

پرنیال حکایت

علامہ ارشد القادی

ادارہ معارف لغمانیہ لاہور



177
دکھائی
مستعد
نومبر/دسمبر 2011

لحد کی منزل

فیروز مند یوں کی کوئی متعین گھڑی نہیں ہوتی۔ رشتوں کا دروازہ یک
ایک کھلتا ہے اور دل کے ظلمت خانے میں سعادت کا چراغ اچانک روشن ہوتا ہے۔
یہی ماجرا اس یہودی نوجوان کے ساتھ بھی پیش آیا۔ دیکھنے کیلئے اس نے رسول
مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زیبا سینکڑوں بار دیکھا تھا..... آنکھیں کھلیں اور بند
ہو گئیں..... نظر پڑی اور بکھر گئی..... لیکن آج جانے کون سی گھڑی تھی کہ نظر پڑتے ہی دل، ہاں
دنیا زیر و زبر ہو گئی..... بجلی چمکی..... خرمن چلا..... اور سارا وجود خاکستر ہو گیا۔ اب اس
اپنے قابو میں نہیں تھا۔ قیامت کی بات یہ ہوئی کہ گھر کی چار دیواری میں جس رسول عربی
صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینا گنتی کا سب سے بڑا جرم تھا، اب اسی کی محبت کا آشیانہ گھر کے
باہر نہیں دل کے نہاں خانے میں بن چکا تھا۔ عشق اور وہ بھی رسول مجتبیٰ کا عشق، جس کی خوشبو

سے دونوں عالم مہک اٹھتے ہیں، اس کا چھپانا آسان نہیں تھا۔ امید و بیم کی کش مکش میں جان کے لالے پڑ گئے۔ دل کا تقاضا یہ تھا کہ اسی محفل نور میں چلے..... دیدہ بیتاب کا اصرار تھا کہ چلو..... جلوہ شاداب کی ٹھنڈک حاصل کریں..... ادھر گھر والوں کا خوف..... سماج کا خطرہ..... کسی نے ان کی محفل میں جاتے ہوئے دیکھ لیا تو آلام کا محشر بھا ہو جائے گا۔ آہنی دیواروں کے حصار میں دل جتنا محصور ہو کہ رہ گیا تھا۔ قدم اٹھانے کی کہیں کوئی صاف جگہ نہیں مل رہی تھی۔ آخر دل نہیں مانا تو غلبہ شوق میں اٹھے اور مسجد نبوی کے دروازے کے قریب سے گزرتے ہوئے دیدہ نگاہوں سے انہیں دیکھ آئے، کبھی دوسری طرف رخ کر کے کسی گڑگاہ پہ بیٹھ گئے اور دور ہی سے جلوہ خدا نما کا نظارہ کر لیا۔

اسی طرح دن گزرتے گئے اور دل کے قرین عشق کی چنگاری سلگتی رہی۔ محبت کی تپش سے آنکھوں کی نیند اڑ گئی۔ چہرے کا رنگ اتر گیا۔ جی کھول کر رو بھی نہیں سکتے تھے کہ دل کی بھڑاس نکلے اور غم کا بوجھ ہلکا ہوتا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ حالات کے جبر اور جاں گسل ضبط نے بیمار ڈال دیا۔ باپ نے ہر چند علاج کرایا۔ وقت کے بڑے بڑے طبیب آئے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ جسم و تن کی بیماری ہو تو دوا کام بھی کرے عشق کے آزار کا کیا علاج ہے؟ کس مسیحا نے محبت کے مریض کو شفا بخشی ہے جو وہ شفا یاب ہوتا ہے؟

ہزار بچن کے باوجود حالت دن بدن گرتی گئی۔ پھول کی طرح ٹھٹھٹھ تو جوان سوکھ کے کاٹا ہو گیا۔ املا کی ماری ہوئی ماں بالیں پکڑ کے روتی رہتی۔ باپ پاگل کی طرح سر پھٹتا۔ خاندان کے افراد کف افسوس ملتے، لیکن بیمار کا حال کوئی نہیں سمجھ پاتا۔ اب بیمار عشق حیات کی آخری منزل کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ ناتوانی اور ضعف کی شدت سے آواز مدہم پڑ گئی۔ زبان کی گویائی جواب دینے لگی۔ کبھی کبھی ٹھنڈی آہوں کا

دھواں فضا میں بکھر جاتا اور بس۔

آج ایک عاشق مجبور کی زندگی کی آخری شام تھی..... آنکھیں پٹھرائے لگیں..... جسم کے انگ انگ سے موت کے اتارا بھرنے لگے..... ہچکیاں لپٹتے ہوئے اس بھری نگاہوں سے باپ کی طرف دیکھا کہ فرط محبت سے باپ کا کلیجہ پھٹ گیا..... منہ کے قریب کان لگا کر کہا:

میرے لال! کچھ کہنا چاہتے ہو!

زبان کھلتے ہی آواز حلق میں پھنس گئی۔ بڑی مشکل سے اتنے الفاظ نکل سکے:

”آپ وعدہ کریں کہ میری زندگی کی آخری خواہش پوری کر دیں گے تو میں کچھ کہوں۔“

باپ نے دردناک اضطراب کے ساتھ جواب دیا:

میرے جگر کی ٹھنڈک اب گھڑی بھی وعدہ لینے کی ہے۔ تمہاری خواہش پر اپنی جان کا قیمتی سرمایہ بھی لٹانے کیلئے تیار ہوں۔ تم بے خطر اپنی خواہش کا اظہار کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ بے دریغ اسے پوری کروں گا۔

بیٹے نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں کہا:

”بابا جان! ابراہہ مانیں..... چند برسوں سے میں محمد عربی کی عقیدت و محبت کے اضطراب میں سلگ رہا ہوں..... آپ کے خوف سے زندگی کا یہ خفی راز ہم نے کبھی فاش نہیں ہونے دیا۔ ان کی مومن صورت، ان کا پر نور چہرہ اور ان کی دل آویز شخصیت نگاہ سے ایک لمحہ کیلئے بھی اوجھل نہیں ہوتی..... انہی کی یاد میں سوتا ہوں..... انہی کے خیال میں جاگتا ہوں..... جب سے بستر علالت پر پڑا ہوں جلوہ اقدس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ترس گیا ہوں..... اب جب کہ میری زندگی کا چراغ گل ہو رہا ہے، دل کی آخری تمنا

ہے کہ ایک بار ان کے روئے تباہی کی زیارت کر لوں اور دم نکل جائے۔

زحمت نہ ہو تو ذرا انہیں خبر کر دیجئے کہ ان کے کاکل ورخ کا ایک غلام دنیا سے رخصت ہو رہا ہے، بالیں پر کھڑے ہو کر اسے اخروی نجات کا مژدہ سنا دیں۔

بیٹے کی یہ آرزوئے شوق معلوم کر کے غصے سے باپ کا چہرہ تہمتا اٹھا۔ لیکن جلد ہی اس نے اپنے شدت جذبات پر قابو پالیا۔ اکلوتا بیٹا اور زندگی کی آخری سانس..... کسی طرح کی ٹہپاش کا بھی موقع نہیں تھا۔ چارو ناچار بیٹے کا ناز اٹھانے کے لئے دل کو راضی کرنا پڑا۔ لرزتی ہوئی آواز میں کہا:

میرے تخت جگہ اگر چہ میرے لئے یہ بات سخت ناگواری کی ہے، لیکن یہ خیال کر کے کہ تم دنیا سے حسرت زدہ ہو کر نہ جاؤ، میں تمہاری خواہش کی تکمیل کے لئے جا رہا ہوں۔ کل صبح سے مجھے اسرائیلی سراج کا مجرم کہا جائے گا، لیکن تمہاری بے چین روح کی آسودگی کے لئے یہ ننگ بھی گوارا ہے۔

بادل ناخواستہ اٹھا اور کاشانہ نبوت کی طرف چل پڑا۔ قدم اٹھ نہیں رہے تھے، اٹھائے جا رہے تھے۔ مسجد اقدس کے دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی:

میں محمد عربی سے ملنا چاہتا ہوں..... کوئی انہیں خبر کر دو۔

چند ہی لمحوں کے بعد سرکار رسالت سامنے جلوہ گر تھے ارشاد فرمایا:

تمہیں کیا کہنا ہے؟

دل کا کشور فتح کر لینے والی یہ آواز سن کر یہودی کے ذہن و خیال کی بنیاد مل گئی۔

بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

میرا اکلوتا بیٹا عین شباب کی منزل میں دنیا سے رخصت ہو رہا ہے..... تمہاری

حقیدت و محبت کا سحر پر جلال اب اسے موت کی آغوش میں سلانا ہی چاہتا ہے.....

تمہارے جہاں کی زیبائش و کشش پر سارا عرب دیوانہ ہے، اس نے ہمارے یہودی نژاد بچے کو بھی ایک عرصے سے گھائل کر رکھا ہے۔ اب وہ بستر مرگ پر تڑپ رہا ہے..... اس کی آخری تمنا ہے کہ تم اس کی بالیں پر کھڑے ہو کر اپنی خوشنودی اور اخروی نجات کا مژدہ سنا دو۔

یہ سنتے ہی سرکار رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا:

چلو اس فیروز بخت کو جو ان کو دیکھ آئیں، جس کے خیر مقدم کے لئے آسمانوں میں ہنگامہ مشوق برپا ہے۔

انتظار کرتے کرتے بیمار محبت کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ باپ نے سر مانے کھڑے ہو کر آواز دی۔

نور عین! آنکھیں کھولو..... تمہارے مرکز عقیدت آگئے ہیں۔

یہ دیکھو! سر بالیں محمد عربی کھڑے ہیں۔

اس آواز پر جاتی ہوئی روح پلٹ آئی۔ پیار نے آنکھیں کھول دیں۔ نظر کے سامنے عرش کی قدیل کا نور چمک رہا تھا۔ ٹھیف و کمزور آواز میں اظہار تمنا کیا:

”سرکار! دل میں عشق و ایمان کی مقدس امانت لئے ہوئے اب عالم جاوید کی طرف جا رہا ہوں..... کاکل ورخ کے غلاموں میں میرا بھی نام درج کر لیا

جائے..... خدائے وعدہ لا شریک کا ایک سجدہ بھی نامہ زندگی میں نہیں ہے..... اس ننگ و امانی کے باوجود کیا میں اپنی نجات کی امید رکھوں؟

سرکارِ دو عالم نے تسلی آمیز لہجے میں ارشاد فرمایا:

زبان سے کلمہ تو حید کا اقرار کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ تمہاری نجات کا

میں ضامن ہوں۔

نوجوان کا باپ یہ جواب سن کر پھوٹ پڑا..... جذبات سے بے قابو ہو کر بیٹے کو تلقین کی:

فرزندِ سعید! ہزار دشمنی کے باوجود دل کا اعتراف اب نہیں چھپا سکتا کہ ایک بچے کی غیر کی زبان حق تر جہان سے یہ جملہ صادر ہوا ہے۔ فرس کینتی پر کسی بندے کے لئے اس سے زیادہ کوئی اور جہند گہری نہیں میسر آسکتی کہ مالک کبریا کا حبیب خود اس کی نجات کے لئے اپنی ضمانت پیش کر رہا ہے۔ تم صاف و صریح لفظوں میں ان سے وعدہ لے کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

نوجوان نے چپکلیاں لپٹے ہوئے کہا:

سرکارِ اقبال کی منزل سے لے کر دخولِ جنت تک آپ کی ضمانت پر اسلام قبول کرتا ہوں اور پھر.....

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ کی مدہم آواز فضا میں گونگی اور کشورِ محبت کے ایک فیروزِ بخت نوجوان نے ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔

ماتم والدود سے سارے گھر میں کہرام مچ گیا۔

نوجوان کے باپ نے ڈبڈباتے ہوئے کہا:

حضور! اب یہ جنازہ میرا نہیں ہے، اسلام کی مقدس امانت ہے۔ اب یہ میرے گھر کی بجائے آپ کے درِ رحمت سے اٹھے گا۔ تجھیز و تکلفین کی ساری ذمہ داری آپ ہی کے سپرد ہے۔

باپ کی درخواست قبول فرمائی گئی۔ صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عشقِ دایمان کا یہ گنج گرا نما یہ اپنے دوش پر اٹھا لو۔ عروسِ نوبہار کی طرح یہ جنازہ مدینے کی گلیوں سے گزرنے لگا۔

مرگ عاشق کی سارے مدینے میں دھوم مچ گئی تھی۔ جنازے میں شرکت کے لئے آس پاس کی ساری آبادیاں سٹ آئیں۔ آخری ویدار کے لئے چہرے سے جو نمی کفن ہٹایا گیا، آنکھوں میں بجلی سی کوند گئی۔ عارضِ ناہاں سے نور کی کرن پھوٹ رہی تھی۔ ہونٹوں پر تبسمِ رقصاں تھا۔ جانے والا خالی ہاتھ نہیں تھا، کونین کی خلعتیں کفن کے پردوں میں چھپائے ہوئے تھا۔

عاشق کا جنازہ تھا بڑی دھوم سے اٹھا۔ کثرتِ ازدہام سے مدینے کی گلیوں میں تل رکھنے کی جگہ باقی نہیں تھی۔ پتھروں کے سینے پر کلف پا کا نقش بٹھانے والے سرکارِ آج جنازہ کے ہمراہ بیچوں کے بل چل رہے تھے۔ اس ادا نے رحمت کی کسمپوشی معلوم کرنے کے لئے لوگ تصویر شوق بنے ہوئے تھے۔ نہیں رہا گیا تو آخر ایک صحابی نے پوچھ ہی لیا۔

ارشاد فرمایا: آج عالم بالا سے رحمت کے فرشتے اتنی کثرت سے جنازے میں شریک ہیں کہ ان کے جہوم میں بحرِ پور قدم رکھنے کی کوئی جگہ نہیں مل رہی ہے۔

جنت البقیع میں پہنچ کر جنازہ فرشِ خاک پر رکھ دیا گیا۔ لحد میں اتارنے کے لیے سرکارِ خود اندر تشریف لے گئے۔ قبر میں داخل ہونے سے پہلے ہی عاشق کی قبرِ رحمت و نور سے جھگمگ اٹھی۔ اپنے دستِ کرم کا سہارا دے کر سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ لحد میں اتارا۔ کافی دیر کے بعد لحد سے جب باہر تشریف لائے تو پسینے میں شرابور تھے۔ چہرے پر خوشی کا انبساطِ لہر رہا تھا۔

تجھیز و تدفین سے فراغت کے بعد حلقہٴ بگوشوں نے دریافت کیا:

حضور! چہرہٴ زیبا پر پسینے کے قطرے کیوں چمک رہے ہیں؟ ایسا لگتا ہے کہ سرکارِ کوکبی بات کی مشقت اٹھائی پڑی ہے۔

حضور نے مسکراتے ہوئے جواب مرحمت فرمایا:

اس عاشق جوں سال نے دم واپس مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ لحد کی منزل سے لے کر دخول جنت تک میری رحمتوں کی ضمانت اسے حاصل رہے گی۔ میرے اشارہ ابرو کی شدہ پاکر حورانِ خلد کا بہت بڑا ازدہام اس کی لحد کے قریب پہلے ہی سے جمع ہو گیا تھا۔ جوں ہی اسے لحد میں اتارا گیا، چہرے کی ہلاکتیں لینے کے لیے وہ ہر طرف سے بے تحاشا نوٹ پڑیں۔ اجم شوق کا امنڈنا ہوا سیلاب میرے ہی قدموں سے ہو کر گزر رہا تھا۔ اسی عالمِ دارفتہ حال میں مجھے تھوڑی سی مشقت اٹھانی پڑی اور میں پسینہ پسینہ ہو گیا..... اور ایسا ہونا بھی رحمت کا ہی تقاضہ تھا کہ پسینہ کے چند قطرے کفن کی چادر پر پک گئے ہیں۔ اب اس کی خواب گاہ صبحِ محشر تک مہکتی رہے گی۔

بندہ نوازی کی یہ روداد جاں افروز معلوم کر کے صحابہ کرام کی رو میں اپنے اپنے قالب میں جھوم اٹھیں۔ عشقِ مصطفیٰ کی سرفرازی نے ایک ایسے نوجوان کو اخروی اعزاز کے منصبِ عظیم پر پہنچا دیا تھا، جس کے نامہ حیات میں ایک مجددِ بندگی کا بھی اندراج نہیں تھا۔

سچ کہا ہے کہنے والوں نے کہ ”جسے پیا چاہے وہی سہاگن“

☆☆☆

نور کا ساگر

عرب کی دھوپ، تپتا ہوا ریگستان اور دوپہر کا وقت، ساری قیامتیں ایک ساتھ جمع ہو گئی تھیں۔ قافلے والے پیاس کی شدت سے جاں بلب تھے۔ انہیں یقین ہو چلا تھا کہ اب وہ چند گھڑی کے مہمان ہیں۔ اسی عالمِ پیاس میں انہیں بہت دور ایک پہاڑ کے دامن سے گزرتے ہوئے چند ناقہ سوار نظر آئے۔

سردارِ قافلہ نے کہا: اونٹوں کی رفتار بتا رہی ہے کہ یہ حجاز کے نخلستان سے آرہے ہیں۔ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ یہ لوگ ہماری بھی ہوئی زندگی کی امید گاہ بن کر طلوع ہوئے ہیں۔ اپنی بکھری ہوئی قوتوں کو سمیٹ کر انہیں آواز دو، شاید ہماری چارو نگرانی انہیں کے ہاتھ پر مقدر ہو گئی ہو۔

اپنے سردار کے حکم کے مطابق قافلے کے تمام چھوٹے بڑے افراد نے ایک

ساتھ انہیں بلند آواز سے پکارا۔

خوش نصیب کہ سلطان حجاز کے گوش مبارک تک یہ آواز پہنچ گئی۔

سرور دوست مدار نے اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا: یہ عربی قبائل کا کوئی مصیبت زدہ کارواں معلوم ہوتا ہے۔ چلو اس کی اعانت کریں۔

باد صبا کی طرح تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ان کے قریب پہنچے۔ پیاس کی شدت سے وہ بے حال ہو رہے تھے۔ ناقد سواروں میں ایک پٹکتا ہوا چہرہ دیکھ کر وہ چیخ اٹھے:

اے رحمت و نور والے! ہم پیاس کی شدت سے جاں بلب ہیں۔ تمہارے چھاگل میں پانی کے چند قطرے ہوں تو ہماری حلق تر کر دو۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اس پہاڑ کی دوسری جانب ایک جھٹی نژاد غلام اپنی ناقد پر پانی کا ایک مشک لیے جا رہا ہے۔ اس سے جا کر کہو کہ چل تجھے پیچھے آخراڑ ماں بلار ہے ہیں۔

نورا قافلے سے ایک شخص دوڑتا ہوا پہاڑ کی دوسری طرف روانہ ہو گیا۔ کچھ ہی فاصلے پر اسے ایک جھٹی نژاد ناقد سوار نظر آیا۔ اس نے اسے آواز دے کر روکا اور سرکارِ نامدار کا پیغام پہنچایا۔

سرکار کا نام نامی سنتے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گیا اور اپنی سواری سے اتر آیا۔

اب اپنے ہاتھ سے اونٹنی کی مہار تھامے ہوئے وہ پاپیادہ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

جیسے ہی اس کی نظر سرکار کے چہرہ نور پر پڑی اس کے دل کی دنیا بدل گئی۔ ایک ہی جلوہ میں وہ کاکل و رخ کا سیر ہو کے رہ گیا تھا۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

تیرا پانی کم نہیں ہوگا۔ ان پیاسوں پر اپنی مشک کا منہ کھول دے۔ خدا تجھے روشن کرے۔

اب وہ اپنے آپ میں نہیں تھا۔ سرکار کے حکم کی تعمیل کے لیے بے ساختہ اس کے ہاتھ اٹھے اور اس نے مشک کا منہ کھول دیا۔ آبشار کی طرح پانی کا دھارا گر رہا تھا اور قافلے والے سیراب ہو رہے تھے۔ جب سارے اہل قافلہ سیراب ہو چکے تو سرکارِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اب مشک کا منہ بند کر لے۔

مشک کا منہ بند کرتے ہوئے اسے سخت حیرت تھی کہ کئی مشک پانی بہہ جانے کے بعد بھی اس کے مشک کا ایک پوند پانی کم نہیں ہوا تھا۔

حقیقت جہاں تو پہلی نظر میں ہو چکا تھا، اب یہ کھلا ہوا معجزہ دیکھ کر وہ اپنے جذبہ شوق کو دبا نہیں سکا۔ بے خودی کے عالم میں چیخ اٹھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

سرکارِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں دیتے ہوئے اس کے چہرے پر رحمت و کرم کا ہاتھ پھیرا اور اسے رخصت کر دیا۔

جھٹی غلام کا آقا پانی کے مشک کا بہت دیر سے منتظر تھا۔ جونہی دور سے اپنی آتی ہوئی اونٹنی پر نظر پڑی، خوشی سے اس کا چہرہ کل اٹھا۔ لیکن جوں جوں اونٹنی قریب ہوتی جا رہی تھی اس کا استعجاب بڑھتا جا رہا تھا۔ اسے حیرت تھی کہ اونٹنی اسی کی ہے، مشک بھی اسی کا ہے، لیکن سوار اچھی ہے۔ آخر اس کا اپنا جھٹی غلام کہاں گیا؟

جب اونٹنی بالکل قریب آگئی تو آقا دوڑتا ہوا آیا اور اس اچھی شخص سے دریافت کیا: تو کون ہے؟..... میرا وہ جھٹی غلام کہاں گیا؟..... مجھے ایسا لگتا ہے کہ تو نے اسے قتل کر کے میری اونٹنی پر قبضہ کر لیا ہے۔

سوار نے اظہار حیرت کرتے ہوئے جواب دیا۔

ہائے افسوس! آج آپ کو کیا ہو گیا ہے! اپنے قدیم غلام کو بھی آپ نہیں پہچانتے.... آپ کا غلام تو میں ہی ہوں.... اور آپ کا کون غلام ہے؟

آقا نے غضب ناک ہو کر جواب دیا: مجھے فریب دیتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی۔ میرا غلام جیسی بڑا دھما۔ اس کے چہرے پر یہ سفیدی نور کہاں تھا؟

اب جو آئینے میں اس نے اپنا چہرہ دیکھا تو عالم بخودی میں رقص کرنے لگا۔ جذبات کی دالہا نہ دارنگی میں سرشار ہو کر اس نے اپنے آقا سے کہا۔

یقین کرو میں ہی تمہارا وہ غلام ہوں۔ اعتبار نہ ہو تو مجھ سے اپنے گھر کے سارے حالات پوچھ لو۔ وہ گئی میرے چہرے کی یہ چاندنی..... تو یہ برکت ہے نخلستان عرب کے اس پیغمبر کی، جس کے چہرہ دنیا کا عکس دل ہی کو نہیں چہرے کو بھی روشن کر دیتا ہے۔

آج نور کے ساگر میں نہا کر آ رہا ہوں۔ پہاڑ کی ایک وادی میں ان کی زیارت سے شاد کام ہوا۔ دم برخصت انہوں نے اپنے نورانی ہاتھ میرے چہرے پر مس کر دیئے تھے۔ اسی کی برکت ہے کہ میرے چہرے کی سیاہی چمکتی ہوئی سفیدی میں بدل گئی۔

آقا نے یہ کیفیت معلوم کر کے غلام کی پیشانی چوم لی اور وہ بھی دولت ایمان سے مالا مال ہو گیا۔ ☆☆☆

تسلیم و رضا

کہتے ہیں جس کو زخمِ محبت کچھ اور ہے

کہنے کو یوں تو گل کا بھی سینہ لگا رہے

ایک دن مناجاتِ سحر کے وقت بڑے ہی رقت انگیز کیف کے ساتھ سید ابراہیم علیہ

السلام نے اپنے رب کے حضور یہ دعا مانگی۔ ۱

پروردگار مجھے نیکو کارِ فرزند عطا فرما۔ لبِ ہائے غلیل سے نکلی ہوئی دعا فوراً ہی بارگاہِ

عزت میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوئی۔ عالمِ قدس سے آواز آئی:

ہم نے ایک سمجھ دار لڑکے کی انہیں خوشخبری دی۔ ۲

۱۔ ﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنْ الصَّالِحِينَ﴾ قرآن کریم، سورت: ۲۶، آیت: ۱۰۰۔

۲۔ ﴿فَبَشِّرْهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ﴾ قرآن کریم، سورت: ۲۶، آیت: ۱۰۱۔

کچھ ہی عرصے کے بعد ایک سہانی صبح کو نسیم صبا نے اکناف عالم میں یہ مژدہ
جانغز اسنایا کہ حضرت ابراہیم کے گھر چنستان قدس کا ایک پھول کھلا یعنی جگر گوشہ ظلیل
حضرت اسماعیل علیہ السلام پر وہ غیب سے خاکدان کبیتی پر جلوہ افروز ہوئے۔

ایسا کہاں بہار میں رنگینیوں کا جوش

شامل کسی کا خون تمنا ضرور تھا

ملک شام کا سرسبز شاداب علاقہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے،
وہاں ابھی کچھ ہی دن گزرنے پائے تھے کہ ہاتھ غیب کے خاموش اشارہ پر حضرت ابراہیم
علیہ السلام اپنی رفیقہ حیات حضرت ہاجرہ اور اپنے شیرخوار صاحبزادے حضرت اسماعیل کو
اپنے ہمراہ لے کر چل پڑے۔ تین افراد پر مشتمل یہ نورانی قافلہ شب و روز چلتا رہا۔ آخر ایک
دن پہاڑیوں کے وسیع دامن میں پہنچا اور وہیں ٹھہر گیا۔

اک ان کی نگاہ آشنا نے

سب سے بیگانہ کر دیا

کچھ ہی فاصلہ پر ٹوٹی ہوئی دیواروں کے کچھ نشانات نظر آئے۔ حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے فرط ادب سے اپنا سر جھکا دیا اور اپنی رفیقہ حیات ہاجرہ سے کہا:
دیکھو! روئے زمین پر یہی خدائے ذوالجلال کا محترم گھر خانہ خدا ہے۔ یہی
کائنات ارضی کا مرکز تعلیم ہے۔ یہی ابن آدم کی معزز پیشانیوں کی سجدہ گاہ ہے اور پھر یہی
ہمارے سفر کی آخری منزل ہے۔

آنکھوں میں اک نمی سی ہے ماضی کی یادگار

گزر رہا تھا اس مقام سے اک کارواں کبھی

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انتہائی مجر و نیاز کے ساتھ لوٹی ہوئی

دیواروں کے سامنے ہاتھ اٹھا کر یہ رقت انگیز دعا مانگی۔

اے پروردگار! تیرے محترم گھر کے قریب ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنا
کتبہ آباد کر رہا ہوں تاکہ وہ نماز پڑھیں اور تیرے گھر کو سجدوں سے بسائیں۔ پس تو لوگوں
کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ اس کی طرف مائل ہو جائیں اور انہیں چلوں کا رزق عطا کر کہ وہ
تیرا شکر ادا کریں۔

شوق بقائے درد کی ہیں ساری خاطریں

درد دعا سے اور کوئی مدعا نہیں

برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی اور اپنا
سارا کتبہ خدا کی امان میں چھوڑ کر بیت المقدس چلے گئے۔

ذرا سوچئے! ایک لبق ووق صحرا..... تپتے ہوئے کہسار..... اور اسباب زندگی

سے بے نیاز وادی..... ایسے سلساں ماحول میں اپنے بچے کو تنہا چھوڑ جانا..... کس کا

کردار ہو سکتا ہے؟..... اسی کا نام جو خدا کی چارہ ساز قدرتوں کا تماشا ہے۔

خدا پر اعتماد کامل کی ایسی مثال دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔

ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام بادیۃ پریم رخصت ہوئے اور ادھر خدائے

کار ساز نے غیبی تائیدوں کے دروازے کھول دیے۔ ریگ راز کے سینے سے زمزم صافی

۱۔ یہ قرآن پاک کی آیت کریمہ کا ترجمہ ہے، جس کی عبارت یوں ہے:

﴿رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ دَرِّیْقَیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ نَبِیِّکَ

الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِنُقِیْمَ الصَّلٰوةَ فَاَجْعَلْ اٰیٰتِکَ مِنَ النَّاسِ تَهْوٰی اِلَیْهِمْ

وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْکُرُوْنَ .﴾

قرآن کریم، سورت: ۱۵، آیت: ۳۷

پھوٹ پڑا۔ اس خاموش وادی کو انسانوں کی چھل پھل سے آباد کرنے کا ایسا انتظام ہوا کہ قبیلہ بنی جرہم کا خانہ بدوش کارواں صحراؤں کی خاک اڑاتا کہیں سے آچنچا اور اس پشمہ سیال کے کنارے آباد ہو گیا اور چند ہی دنوں میں خدا کے محترم گھر کے قریب ٹھکسار پڑوسیوں کا ایک جیتا جاگتا شہر بس گیا۔

ساری رونق ہے یہ دیوانوں کے دم کی آتش

طوق و زنجیر سے ہوتا نہیں زنداں آباد

وہیں حضرت اسماعیل اپنی شفیق ماں کی آغوش میں پروان چڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ جب مغفوان شباب کی منزل میں قدم رکھا تو ان کے محترم باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ملک شام سے مکہ چلے آئے اور یہیں بودہ باش اختیار کر لی۔

ایک خوشگوار صبح کو آسمانوں کے دروازے کھل گئے..... عالم قدس کے فرشتے مکہ کی نورانی فضاؤں میں تیرنے لگے..... اسی عالم کیف بار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل کو اپنے قریب بلایا اور بڑے ہی پیار بھرے انداز میں کہا۔ میرے لاڈلے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ بتاؤ اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟

اور جند بیٹے نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ جواب دیا:

میرے شفیق باپ! خواب کے ذریعہ آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے، بغیر کسی پس

۱۔ یہ قرآن پاک کی آیت کریمہ کا ترجمہ ہے، جس کی عبارت یوں ہے:

﴿ فَلَمَّا بَلَغَ مَقْعَ السَّخْيِ قَالَ يَبْنَىٰ اِنِّىْ اَرٰى فِى الْاَلَمَامِ اِنِّىْ اَذْبَحُكَ

فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ﴾

قرآن کریم، سورت: ۲۶، آیت: ۱۰۲

دویش کے اسے کر گزریئے۔ خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابر و شاکر پائیں گے۔ ۱

غم سلامت تیرے انداز پر مرنے والے

موت کا بھی کہیں احسان لیا کرتے ہیں

سرفروش بیٹے کا یہ جواب سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل جوش محبت سے بھر گیا۔ ایک بڑے عزم کے ساتھ اٹھے اور کائنات گیتی پر تسلیم و رضا کا ایک نرالا امتحان دینے کے لیے اپنے اکلوتے بیٹے کو ہمراہ لے کر منیٰ کی وادی کی طرف چل پڑے۔ قربان گاہ میں پہنچ کر چھری نکالی اور آنکھوں پر پٹا باندھ لی کہ مبادا شفقت پدیری کا ہاتھ کہیں کانپ جائے۔

غیر کا اب محزر نہیں دل تک

عشق عہدہ ہے پاسبانی کا

پھر جب دونوں نے اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل پچھاڑا تا کہ ذبح کریں!

ظہر جائے اذرا کئی برس کچھے پلٹ کر یہ رقت انگیز منظر نگاہوں کے سامنے لائے کہ سنان وادی میں ایک نوے سال کا بوڑھا باپ ہے..... جسے مناجات سحر کے بعد خاندان کا چشم و چراغ عطا ہوا ہے..... جو ساری دنیا سے بڑھ کر اس کی نگاہوں کا محبوب ہے..... اب اسی محبوب کے قتل کے لئے اس کی آستینیں چڑھ چکی ہیں اور ہاتھ میں تیز خنجر ہے..... دوسری طرف نوجوان بیٹا ہے..... جس نے بچپن سے آج تک باپ کی محبت آمیز

۱۔ اصل قرآنی عبارت یوں ہے۔

﴿ قَالَ يَا بَنِيَّ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾

قرآن کریم، سورت: ۲۶، آیت: ۱۰۲

لگا ہوں کی گود میں پرورش پائی ہے اور اب باپ ہی کا مہربان پرور ہاتھ اس کا قاتل نظر آتا ہے..... اے غم دوست تیری عمر دراز!

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

عجب چیز ہے لذت آشنائی

ملائکہ قدس، فضائے آسمانی اور عالم کائنات یہ حیرت انگیز تماشا دیکھ ہی رہے تھے کہ دفعۃً شہر جبرئیل کی جھنکار سے مٹی کی خاموشی وادی کا سکوت ٹوٹا اور عالم قدس سے آواز آئی:

اور ہم نے انہیں آواز دی کہ اے ابراہیم! شبہ تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ ہم اپنے نیکو کار بندوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی ہوئی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑا بیجا اسماعیل کے اوپر سے ٹاڑ کر دیا اور آنے والی نسلوں میں ان کی یادگار قائم کر دی۔ سلام ہو ابراہیم جیسے خلص دوست پر۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنکھوں پر پٹی باندھ کر بیٹے کے حلقوم پر پوری طاقت کے ساتھ چھری چلائی، لیکن مشیت یزدانی درمیان میں حائل ہو گئی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نہایت سرعت کے ساتھ بیٹے کو سر کا کر اس کی جگہ ایک ہشتی دے رکھ دیا۔ خدا کے نام پر یہ پہلا خون تھا، جس سے مٹی کی وادی لالہ زار ہوئی۔

۱۔ اصل قرآنی عبارت یوں ہے۔

﴿وَنَادَيْنَاهُ أَنِ يَا إِبْرَاهِيمُ، قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَبُكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ، إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ، وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ، وَتَرَكَنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ﴾

قرآن کریم، سورت: ۲۶، آیت: ۱۰۴-۱۰۸

آنسوؤں کی کی نہیں لیکن

کچھ سبب تھا آنکھ تر نہ ہوئی

فیروز بخت پیغمبر زادہ نے جس استقلال، جس عزم اور جس حیرت خیز ایثار سے اپنے آپ کو قربانی کیلئے پیش کیا، اس کا صلہ یہی تھا کہ رسم قربانی قیامت تک اس کے نام کی یادگار بن جائے۔ اسی حقیقت کی طرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ یہ رسم قربانی تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے۔

ذرا سوچئے! اس درد ناک واقعہ کو کتنے ہزار سال بیت گئے لیکن اکثاف عالم میں اس کی یاد کا ہنگامہ آج بھی کچھ اس طرح پر پاپے جیسے کل ہی کا یہ کوئی نازہ واقعہ ہوا۔

اس سرائے قافی میں نقش جاوہاں قربانی کی مخصوص ترین جزاء ہے۔ نوحیۃ الہی کے مطابق صفحہ خاک پر انہی لوگوں کیلئے سرفرازی ہے جو ایثار و قربانی کو اپنا مقصد حیات بنا لیتے ہیں اور اپنی متاع جسم و جان کو خدا کی ملک سمجھتے ہیں۔ دوسری قوموں کے مذاہب میں قربانی ایک اختیاری چیز ہے، لیکن ہمارے یہاں ہر صاحب استطاعت پر قربانی واجب ہے۔

آج ذرا اپنا حال زار دیکھئے کہ خود غرضی، پست ہمتی اور آخرت فراموشی نے ہمارے قومی وجود کا سارا اعزاز و ولوں کی خاک میں دفن کر دیا ہے۔ ہماری غیرتوں کا جزاء شہراہوں پر پامال ہو رہا ہے اور ہمارے چہروں پر ذرا بھی پشیمانی نہیں ہے۔ ہم اپنی ذاتی آسائشوں اور نام و نمود کی خواہش پر انتہائی فراخ دلی کے ساتھ اپنا سارا اثاثہ لٹا دیتے ہیں، لیکن ملت کی آبرو اور خشود کی حق کے لئے ایک تنکا بھی ہمارے احساس پر گراں بار بن جاتا ہے۔ کیا یہی ایک سرفروش قوم کی زندگی کا نقشہ ہے؟

ہر سال عید قرباں کے موسم میں خدا کی زمین کو خون کے دھبوں سے لالہ دار بناتے ہیں، لیکن اس حقیقت پر کبھی غور نہیں کرتے کہ قربانی سے مقصود گوشت پوست نہیں بلکہ اس جذبہ اخلاص کو بیدار کرنا ہے، جو کائناتِ گیتی کے دل کی دھڑکن ہے اور انسانیت کا جوہر امتیاز ہے۔

لالہ دگل تو حسین سے بھی حسین تر ہیں مگر
دیکھنا یہ ہے کوئی خار حسین ہے یا کہ نہیں

+++

ایک وجود

دو حیرتوں کا مجموعہ

رجب کی ۲۶ ویں تاریخ تھی۔ رات کے گیسو ہر طرف بکھرے ہوئے تھے۔ کئی ساری آبادی محو خواب تھی۔ تاروں کی چھاؤں میں کائنات کا مرکز آج حضرت ام ہانی کے گھر منتقل ہو گیا تھا۔ درود یار سے حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوہ کی روشنی پھوٹی پڑ رہی تھی۔

رات کا محافظ دستہ عالم بالا سے فرشِ گیتی کے لیے چلنا ہی چاہتا تھا کہ حجابِ عظمت سے آواز آئی:

عرش کی قدیلوں کی روشنی تیز کر دی جائے..... چنتوں کی کائنات نئے
ڈھنگ سے آراستہ کی جائے..... قدم قدم پر تجلیات کی شمعیں روشن کر دی جائیں..... روش
روشن پر بہاروں کا خزانہ بکھیر دیا جائے..... کوثرِ تسنیم کی سعید موجوں پر نور کی کرن بچھادی

جائے..... حوران بہشت حسن مجرد کے شفاف آئینوں سے تجاہات کے ہیرا من
اتار دیں..... ملکوت اعلیٰ کے تمام فرشتے اپنے اپنے آسمانوں پر قطار اندر قطار کھڑے
ہو جائیں..... اقلاک کے تمام سیارے ٹھہر جائیں..... وقت کا قافلہ رک جائے..... خیر
مقدم کے لئے پیغمبرانِ الٰہ العزم آسمانوں کی گزرگاہوں پر کھڑے ہو جائیں..... فرشتہ کیتی
سے بہ ہزاراں جاہ و جلال آج میرا حبیب یہاں تشریف لارہا ہے..... وہی حبیب جو
میرے دستِ قدرت کا نقشِ اول ہے..... جسے میں نے اپنی ساری کائنات کا مختار
عام بنایا ہے۔

فرمان سنئے ہی قدس میں نورانی مسرتوں کا ایک سا بندھ گیا..... چشمِ زدن میں
عالم بالا کا نقشہ بدل گیا..... جنت کی کٹی ہوئی بہاریں فضائے نور پر چھا گئیں..... آسمان
اور صحراؤں پر تجلیات کے آئینے نصب کر دیے گئے..... نوری کرنوں کا غلافِ عرش کے بام
و در پر چڑھا دیا گیا..... مہتابی نگہروں پر پرچمِ کبریائی اس شان سے اڑایا گیا کہ سطوت
جلال سے عرش کا پایا مل گیا..... جنتوں کی سرزمین پر بہاروں نے پھول برسائے.....
نظاروں نے منہ چوما..... گل ریز تبسم نے موتی لٹائے..... حسن بے نقاب نے چراغاں
کیا..... روشِ روش کھڑکی..... چمن چمن سنور گیا اور شبابِ نور کے سننے پیکر میں جگمگاتی ہوئی
حوریں قطار باندھ کر ہر طرف کھڑی ہو گئیں..... دم کے دم میں قدس کا عالمِ لطیف بن سنور
کر آراستہ ہو گیا..... اتنے میں آسمانی دنیا کا دروازہ کھلا..... تجلیات کے جلو میں حضرت
جبرائیل علیہ السلام آگے بڑھے..... فضائے نور میں تیرنے والا براق نام کا ایک نورانی
سیارہ آج ان کے ہمراہ تھا..... آسمان کی بلندیوں سے اتر کر سیدھے کتبے میں حضرت ام
ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف لائے..... آج ان کے آنے کا انداز ہمیشہ سے
نرالا تھا..... دروازے کی بجائے مکان کی چھت توڑ کر اندر داخل ہوئے۔

حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب تھے..... آنکھیں بند تھیں لیکن دل جاگ رہا
تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام آگے بڑھے اور اپنے کافوری لب
محبوب کے پائے ناز سے مس کر دیا۔ ٹھنڈ محسوس ہوتے ہی نشانِ قدرت کی زنگی آنکھیں
کھل گئیں۔

دریافت فرمایا: جبرائیل کیسے آتا ہوا؟

سفیرِ غیب نے جواب دیا:

خدا نے برتر کی طرف سے حریمِ عظمت میں تشریف ارزانی کا پروانہ لے کر
حاضر ہوا ہوں..... سارا عالم قدس چھڑے ہوئے محبوب کے لئے چشمِ براہ ہے..... وہ سرحد
تجلیات جہاں وہم و خیال کے پر چلتے ہیں..... جہاں ملکوت اعلیٰ تک کی رسائی ناممکن
ہے..... آج وہاں آپ کو اسی لباسِ بشر میں خرامِ ناز فرمانے کی دعوت دی گئی ہے۔ حضور
تشریف لے چلیں..... زمین سے لے کر آسمان تک ساری گزرگاہوں پر امیدوں کا ہجوم
ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔

چند ہی لمحے کے بعد عکد ان کیتی کا ایک بشر براق پر سوار ہو کر اس شان سے عالم
قدس کی طرف روانہ ہوا کہ ملکوت اعلیٰ کے مرسلین نیاز مند غلاموں کی طرح رکاب تھاھے
ہوئے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

مہجرا قصیٰ میں انبیاء سابقین کی ساری جماعتیں عقیدتوں کا خراج لئے
حاضر تھیں۔ سرکار کی اقتداء میں غماز ادا کر کے سب نے امامتِ کبریا کے منصب کے ساتھ
اپنی نیاز مندی کا کھلا ہوا اعلان کیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر حضور آسمان کی طرف چلے
..... گزرگاہوں پر خیر مقدم کے لئے پیغمبرانِ الٰہ العزم کھڑے تھے..... ہر جگہ قدسیوں کے
چڑے سلامی کے لئے جھکے ہوئے تھے..... عرشِ الٰہی کی مانوس فضا میں داخل ہوتے ہی بیٹے

دلوں کی یاد تازہ ہوگئی..... قدم پڑتے ہی عرش کا دل خوشی سے جھوم اٹھا..... پھر وہاں سے آگے بڑھے..... بڑھتے رہے..... عالم ملکوت بھی پیچھے رہ گیا..... پھر بڑھے..... بڑھتے بڑھتے اب وہاں سے جہاں کی خبر کسی کو نہیں معلوم، ایک محبوب اپنے محبت سے، ایک بندہ اپنے معبود سے کس طرح ملا؟..... ماتھے کی آنکھ سے ان دیکھی ہستی کا نظارہ کیونکر ہوا؟..... کیا کیا باتیں ہوئیں؟..... پانچ گاہ شہنشاہی سے محبوب کو کیا کیا فلتکیں عطا ہوئیں؟..... یہ ساری تفصیلات سیخہ راز میں ہیں۔

صبح ہوئی تو سارے کئے میں شور برپا تھا۔ اہل یقین و خرد خدا کو دیکھنے والی آنکھوں پر شمار ہو گئے۔ لیکن نادانوں نے کہا کہ ایک بشر کیلئے عالم بالا کا سفر ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ ساری کہانی بالکل من گھڑت ہے۔ حیرت ہے کہ ایک پیغمبر کی زبان سے اس طرح کی انہونی بات سننے میں آ رہی ہے۔

خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے چند فرشتے یہ باتیں سن رہے تھے۔ انہوں نے آپس میں کہا:

”تمہیں وہ رات یاد ہوگی، جس کی صبح عبد اللہ کے آنگن میں نور کی بارش ہو رہی تھی۔ زمین سے آسمان تک ہر عالم میں رحمت و مسرت کا جشن منایا گیا تھا اور کئے کی ساری فضاء فرشتوں کے پیروں سے چھپ گئی تھی۔ اس موقع پر جب یہ معلوم ہوا کہ سارا اہتمام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر ہو رہا ہے تو کچھ فرشتوں کو کتنی حیرت ہوئی تھی کہ عالم قدس کا پروردہ ناز اس عظمت کدہ خراب میں کیوں کر تشریف لاسکتا ہے؟ اور آج جب وہ اپنی مانوس دنیا کی طرف چند لمحے کے لئے واپس تشریف لے گئے تو نبی نوع انسان کے یہ نادان افراد حیرت سے واقعہ کا ہی انکار کر رہے ہیں، حالانکہ دونوں جہاں اس واقعہ پر گواہ ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان بھی عجیب ہے۔ وہ یہاں آئیں تو فرشتوں کو

حیرت اور یہاں سے جائیں تو انسانوں کو حیرت..... ان کی ذات حیرتوں کا مجموعہ ہے۔ دوسرے فرشتے نے جواب میں کہا:

دراصل حیرت تو ان انسانوں کی عقلوں پر ہے جو ان کے یہاں آنے پر حیرت نہیں کرتے، صرف جانے پر حیرت زدہ ہیں حالانکہ کسی کا اپنے وطن میں ہونا باعث حیرت نہیں ہے، باعث حیرت غیر جگہ آنا ہے۔

جمال یاری کی زبانیاں ادا نہ ہوئیں

ہزار کام لیا میں نے خوش بیاں سے

یقیناً تمہیں یاد ہوگا کہ اس دن عرش الہی کے سایہ میں ملائکہ مقررین سر جھکائے کھڑے تھے کہ حجاب عظمت سے آواز آئی:

ملاء اعلیٰ کے تمام فرشتے آج کی رات زمین پر جمع ہو جائیں..... وہیں جہاں ہمارے جلال و جبروت کا گھر ہے..... جو اہل زمین کا قبضہ عبادت ہے..... آج باعث ایجاد عالم کا ظہور ہونے والا ہے..... مشرق و مغرب، بحر و بر اور تمام اقطار ارضی میں منادی کر دی جائے کہ کوئین کا تاجدار آ رہا ہے لہذا اس کے خیر مقدم کے لئے اپنی نگاہوں کا فرش بچھائے رکھے..... مکہ کی وادیوں، ام القرئی کے کہساروں اور حرم کے بام و در پر چہستان فردوس کی بہاروں کا غلاف چڑھا دیا جائے..... سیدۃ الافلاک کے پہرہ داروں سے کہہ دو کہ اس وقت تک آج آفتاب کے چہرے سے نقاب نہ اٹھائیں، جب تک خسرو کائنات کی طلعت زیبا سے خاکدان کیمت کا ذرہ ذرہ منور نہ ہو جائے..... ستاروں کی انجمن میں اعلان کر دو کہ آج رات کے پچھلے پہر اپنی مجلس شینہ برخواست کر کے فرش زمین پر اترتے رہیں۔

صبح ہونے سے پہلے پہلے کنگرہ عرش سے لے کر گل کدہ فردوس تک کی ساری

زیبا نیاں وادی حرم میں سمٹ کر آئیں۔

جیسے ہی صبح صادق کا اچالا چمکا، کد کی فشارت و انوار سے بھر گئی..... نصیبوں کی صداؤں سے دشت و جبل گونج اٹھے..... گلی گلی حوران غلد کے آنچلوں کی خوشبو سے معطر ہو گئی۔

جبرئیل امین علیہ السلام ایک سبز پرچم لے کر خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گئے اور حضور شامی میں سلامی پیش کی۔

الصلاة والسلام عليك يا محمد..... الصلاة والسلام عليك يا رسول الله..... الصلاة والسلام عليك يا حبيب الله۔

اس صدائے سلام تہنیت پر تمام ملائکہ سر و قد کھڑے ہو گئے..... حرم کی جھکی ہوئی دیواریں ایستادہ ہو گئیں..... امیر کشور نبوت کی سواری اس دھوم سے آئی کہ صدائے مرجا سے اکناف عالم گونج اٹھے۔

حضرت روح الامین کی زبان سے آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مژدہ سن کر ایک فرشتہ نے وہی زبان میں اپنے ساتھیوں سے کہا:

تم لوگ جانتے ہو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں، جن کی آمد پر زمین سے لے کر آسمان تک اتنا کرواٹشام اور ملکوتیوں کا ایک عالم آباد ہو گیا ہے؟

ساتھیوں نے جواب دیا:

اس کائنات میں کون سی مخلوق ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں جانتی۔ عرش کی چھاؤں میں لاکھوں برس بیت گئے اور تمہیں اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ بڑے تعجب کی بات ہے!

فرشتہ نے کہا:

وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کا نام عرش الہی کے بام و در پر کندہ ہے اور جن کے نور سے ہماری پیشانیاں تابندہ ہیں..... بھلا انہیں کون نہیں جانتا..... وہ تو چراغ انجمن ہیں..... معاذ اللہ! یہ بات بھی پوچھنے کی تھی۔

ساتھیوں نے کہا:

تو پھر پوچھنے کی وجہ کیا عرش و فرش کی کائنات میں ان کے سوا بھی کوئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے؟

فرشتے نے جواب دیا:

پوچھنے کی وجہ حیرت ہے اور وہ محتاج بیان نہیں۔

تم ہی سوچو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، نور مجرد سے جن کا عنصر تیار ہوا..... اور کنز مخفی میں جن کی نشو و نما ہوئی... اور اب جس کے دم سے نورانیوں کا عالم آباد ہے... وہ دیار نور ہے، اس جہان تاریک میں کیوں کر آسکتے ہیں؟ آخر ہم کیسے باور کر لیں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کے رخ کی روشنی میں ہم لوح محفوظ کے نوشتے پڑھ پاتے ہیں، وہ یہاں آگئے۔ کرہ ارض جو کائنات کا سب سے نچلا طبقہ ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس کے قدم کے قریب عالم امکان کی بلندیوں ختم ہو جاتی ہیں، دونوں میں کیا جوڑ ہے؟ عالم نور کا پروردگار؟ اس ظلمت کدہ خراب میں..... آخر کیسے یقین آسکتا ہے۔

ساتھیوں نے جواب دیا:

ویسے بات تو واقعی حیرت انگیز ہے، لیکن غلط نہیں ہے۔ یقین کرو ان کی تشریف آوری امر واقعہ ہے۔ وہ نہ آتے تو اتنا اہتمام کس کے لیے ہوتا؟

حضرت روح الامین کعبہ کی چھت پر کھڑے کھڑے یہ گفتگو من رہے تھے۔ انہوں نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

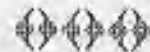
آخر اس میں بحث و تکرار کی کون سی بات ہے؟ ہاں وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، جو مسند نشین عرش ہیں۔ لیکن یقین نہ آنے کی وجہ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ خدا نے ذوالجلال نے عرش کی مملکت انہیں بخش دی ہے؟

ایوان شامی کا شکوہ و جلال مسلم امیر مملکت کی سوگوار آبادیوں میں قدم رنجہ فرمانا عظمت شامی کے خلاف کب ہے؟..... اب تک طاء اعلیٰ مرکز توجہ تھا، اب خاکدان گیتی کا طالع قسمت اوج پر ہے..... اب تک یہ شمع تجلی عرش کی انجمن میں فروزاں تھی، اب فرش کا شبستان روشن ہو گیا ہے۔

اور تمہارا یہ استعجاب کہ عالم نور کا لطیف پیکر اس ظلمت کدہ خاک میں کیوں کر آسکتا ہے؟..... خود باعث تعجب ہے۔

دور کیوں جاؤ۔ خود اپنا ہی حال دیکھ لو۔ یہ لطیف پیکر اس وقت کس عالم میں ہے۔ عالم گیتی کی عمر کے لحاظ سے ابھی چند ہی صدیوں کی تو بات ہے جب محکمہ اجل کے فرشتے انسانوں کی روح قبض کرنے بشر کے مثالی پیکر میں یہاں آئے تھے۔ میں خود حضرت مسیح علیہ السلام کی روح چھو گئے جب حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آیا تھا تو میرا مثالی پیکر ایک بشری کا تو تھا۔

اس حقیقت کو سمجھنے کیلئے کافی مواد موجود ہے کہ عالم قدس سے کسی نوری مخلوق کا بشری لباس میں آنا یہاں کوئی انجیجے کی بات نہیں ہے۔ ایسا ہونا ممکن ہی نہیں بلکہ تعادلات بھی ہے۔



جلووں کی وادی

کے سے چند میل کے فاصلے پر حدیبیہ نام کی وادی تاریخی عظمتوں کی ایک بہت بڑی جلوہ گاہ ہے۔ عشق و ایمان کی بہت سی جاں افروز کہانیاں اس کے دامن سے وابستہ ہیں۔

کہتے ہیں کہ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم ۶ ہجری میں اپنے پندرہ سو چاٹاروں کے ساتھ طواف کعبہ کی نیت سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جب مکہ چند میل رہ گیا تو حدیبیہ نام کی ایک وادی میں قافلے کے ٹھہرنے کا حکم صادر فرمایا۔ وہیں پر یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی کہ کفار مکہ نے طے کر لیا ہے کہ وہ شہر میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔

یہ اطلاع پانے کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ وہ مکہ والوں سے جا کر کہیں کہ ہم لوگ جنگ کی نیت سے نہیں

آئے ہیں، صرف عمرہ کر کے یعنی صفا و مروہ کی سعی اور خانہ کعبہ کا طواف کر کے لوٹ جائیں گے۔ بے خطر ہمیں حرم میں آنے کی اجازت دیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام لے کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ شہر میں پہنچ کر انہوں نے سردارانِ مکہ سے ملاقات کی اور انہیں ساری تفصیل بتائی، لیکن وہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔

ابھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ ہی میں تھے کہ کسی نے قافلے میں یہ خبر اڑا دی کہ انہیں کفار مکہ نے شہید کر دیا۔ اس خبر کے مشتہر ہوتے ہی صحابہ کرام میں سخت اضطراب و ہرجاں برپا ہو گیا۔ صحابہ کرام کی بیٹابی دیکھ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے سب کو جمع کیا اور اس بات پر ہر شخص سے عہد لیا کہ اگر یہ خبر صحیح ہوئی تو خون عثمان کا انتقام لینے کے لئے جان و مال کی بازی لگا دی جائے گی۔

دیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حقیقت مخفی نہیں تھی کہ یہ خبر غلط ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زندہ و سلامت ہیں جیسا کہ اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جب سب لوگ بیعت کر چکے تو اخیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک دست کریم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا اور اپنے دوسرے ہاتھ پر ان کا ہاتھ رکھ کر ان کی طرف سے بھی بیعت لی۔ اگر حضور کے علم میں وہ زندہ نہ ہوتے تو ہرگز انہیں بیعت میں شریک نہ فرمایا جاتا کیونکہ وفات یا فتنہ آدمی سے کسی معاہدہ پر اقرار لینا قطعاً بے معنی ہے۔

اسی موقع پر بعض صحابہ کرام نے نہایت حسرت کے ساتھ یہ کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہم سے پہلے مکہ پہنچ گئے۔ یقیناً انہوں نے خانہ کعبہ کا طواف کر لیا ہوگا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ عثمان بغیر

ہمارے خانہ کعبہ کا طواف نہیں کریں گے۔

صحابہ نے پھر دریافت کیا کہ آخر کون سی چیز انہیں طواف سے مانع ہوگی، جب کہ وہ حرم میں داخل ہو گئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

ان کا جذبہٴ اخلاص کبھی انہیں اجازت نہیں دے گا کہ وہ بغیر ہمارے طواف کر لیں۔

چنانچہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ واپس لوٹے تو صحابہ نے ان سے کہا کہ آپ نے تو خدا کے گھر کا طواف کر لیا ہوگا۔ یہ سن کر ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ عشق و ایمان کا جذبہٴ اخلاص انگ انگ سے پھوٹ پڑا۔ پھرے ہوئے جذبات میں جواب دیا:

میرے ساتھ اس سے زیادہ سخت بدگمانی اور کیا ہو سکتی ہے کہ میں بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے گھر کا طواف کر لیتا۔ خدا کا گھر تو پہلے سے موجود تھا لیکن گھر کی چوکھٹ پر رہتے ہوئے بھی گھر والے سے ہمارا کیا رشتہ تھا؟ عرفانِ خداوندی کا یہ سارا تقرب تو رسول ہی کا عطا کیا ہوا ہے۔ انہی کے دم قدم سے خدا کے ساتھ ہماری روحوں کا سر رشتہ وجود میں آیا ہے۔ بھلا میں انہیں چھوڑ کر کس منہ سے دوبار خداوندی کا رخ کرنا!

قسم خدا کی ایک سال بھی اگر مجھے انتظار کرنا پڑتا تو میں اپنے رسول کریم کے انتظار میں ایک سال تک خانہ کعبہ کا طواف ملتوی رکھتا۔ قریش کے سرداروں نے بار بار مجھ سے اصرار کیا کہ میں خانہ کعبہ تک آ گیا ہوں تو طواف کر لوں، لیکن میں نے ہر بار انکار کیا کہ اپنے رسول کے بغیر میں ہرگز طواف نہیں کروں گا، چاہے خانہ کعبہ میرے پیش نظر ہی کیوں نہ ہو؟

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب نے خانہ خدا اور حبیب خدا کا فرق اتنا واضح کر دیا ہے کہ مظلوم خداوندی میں رسول کی حیثیت سمجھنے کے لئے اب فکر و نظر کا

کوئی حجاب باقی نہیں رہا۔ اب یہ راز پوری طرح واضح گف ہو گیا کہ خدا شناسی کی منزل میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام عرفان کیا ہے؟ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ مشرب کچھ ان کی ذات کے ساتھ خاص نہیں تھا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وجہ بتا کر کہ ان کا جذبہ اخلاص کبھی اجازت نہیں دے گا کہ وہ میرے بغیر طواف کر لیں، واضح کر دیا ہے کہ عشق و ایمان کا مزاج ہی یہی ہے۔

x ÷ x ÷ x

